(غلام گردش)

اَن پڑھ سرجن

ہملٹن نا کی سیاہ فام مالی تھا۔جنوبی افریقہ کے عام سے گاؤں میں پیدا ہونے والا غریب سا انسان۔صدیوں کی مسلسل غربت، جہالت اور نسلی امتیاز کا شکار۔ 1926 کا جنوبی افریقہ صرف اور صرف سفید فام لوگوں کیلئے بنا تھا۔انتہائی خوبصورت گھر، سڑکیں، معیاری ہسپتال اور کارخانوں کا جال بچھا ہوا تھا۔مگر سب کچھ صرف اور صرف گوری چمڑی والوں کیلئے تھا۔کالے لوگ اور جانور تقریباً ایک جیسی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ویسے جانوروں کی زندگی کالوں سے قدرے بہتر تھی۔جس طرح ہمارے عظیم ملک میں عام آدمی کی عملی حیثیت کیڑے مکوڑے سے زیادہ نہیں۔بالکل اسی طرح ماضی کے ساؤتھ افریقہ میں سیاہ فام ہونا ایک جرم بھی تھا اور اسکی سزا بھی تھی۔سزا وہی جو تمام محکوم طبقوں کی ہوتی ہے۔بے بسی اور لاچاری۔

غربت کی وجہ سے تعلیم نہ حاصل کر سکا۔چھ جماعتیں پڑھنے کے بعد کیا کرتا۔چودہ برس کی عمر میں کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کرے۔روزگار کی تلاش میں پیدل چلتا چلتا کیپ ٹاؤن پہنچ گیا۔مقامی یونیورسٹی کو مالی کی ضرورت تھی۔اسے مالی کا کام مل گیا۔ہملٹن نے یونیورسٹی سے کچھ فاصلہ پر کمرہ کرایہ پر لے لیا۔کمرے میں نہ بجلی تھی اور نہ ہی پانی۔ہر صبح ننگے پاؤں کمرے سے چلتا تھا۔وقت سے پہلے یونیورسٹی پہنچ کر پودے ٹھیک کرنے لگتا تھا۔محنت دیکھ کر ہیڈ مالی نے ٹینس گراؤنڈ پر متعین کر دیا۔ساتھ ساتھ جانوروں کے پنجروں کی صفائی کا کام بھی دیدیا گیا۔ہملٹن مکمل بے حیثیت انسان تھا۔کیپ ٹاؤن یونیورسٹی میں دنیا کا بہترین ہسپتال اور آپریشن تھیٹر موجود تھا۔وہاں مختلف ڈاکٹرنت نئے تجربات میں مصروف رہتے تھے۔انہی ڈاکٹروں میں رابرٹ گویزنام کا کہنہ مشق سرجن بھی تھا۔وہ انسانی دل کو سرجری کے ذریعے تبدیل کرنے کے کام میں مشغول تھا۔تجربات کیلئے جانوروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ایک دن رابرٹ زرافہ کو بیہوش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔لمبی گردن کی وجہ سے زرافہ آپریشن تھیٹر کے لوگوں کے قابو نہیں آ رہا تھا۔رابرٹ تھیٹر سے باہر نکلا۔نظر ہملٹن پر پڑی جو پنجرے کی صفائی کر رہا تھا۔ہملٹن کا ڈیل ڈول دیکھ کر اسے آپریشن تھیٹر میں آنے کیلئے کہا۔مقصد صرف یہ کہ زرافہ کی گردن کو صحیح طریقہ سے قابو کیا جا سکے اور جانور کو ٹھیک طرح بے ہوش کیا جائے۔ہملٹن نے بڑے اطمینان سے زرافہ کو بے ہوش کیا اور اسے قابو میں رکھا۔رابرٹ نے اطمینان سے آپریشن کیا۔اب ہملٹن روزانہ آپریشن تھیٹر آتا۔سرجن رابرٹ کے ساتھ ملکر جانوروں کو بیہوش کرتا۔آپریشن ٹیبل پر ساکت کرتا۔رابرٹ نے محسوس کیا کہ تھوڑے سے عرصے میں ہملٹن اپنے کام پر عبور حاصل کر چکا ہے۔سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ہر چیز سیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔سرجری کو بڑے غور سے دیکھتا رہتا تھا۔اسکی نظر اور یادداشت قیامت کی تھی۔چالیس برس آپریشن تھیٹر میں کام کرتا رہا۔چند برسوں میں رابرٹ کسی اور ہسپتال میں چلا گیا۔اسکی جگہ ڈاکٹر کرسچین برنارڈ نے لے لی۔ڈاکٹر برنارڈ ساؤتھ افریقہ کا وہ نامور سرجن تھا جس نے انسانی دل کو منتقل کرنے کے کام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔اب ہملٹن اور ڈاکٹر برنارڈ ایک ہی تھیٹر میں کام کر رہے تھے۔ہملٹن آپریشن تھیٹر میں اسسٹنٹ تھا۔مریض کو آپریشن کیلئے تیار کرنا اور ہر طریقے سے سرجن کی معاونت کرنا اسکے بنیادی فرائض میں تھا۔ہملٹن اپنے کام پر حاوی ہو چکا تھا۔اس اثناء میں اس نے انسانی جسم میں ٹانکے لگانے

کا کام بھی سیکھ لیا تھا۔ اسکی مہارت دیکھ کر برنارڈ حیران ہوتا تھا۔ ہر جگہ کہتا تھا کہ اگر ہملٹن کو میڈیسن پڑھنے کا موقعہ ملتا تو کمال کر دیتا۔

1967 میں ڈینس نام کی ایک خاتون سڑک عبور کرتے ہوئے حادثہ کا شکار ہوگئی۔ ڈینس سفید فام تھی۔ جب اسے ہسپتال لایا گیا تو مرنے کے قریب تھی۔ ڈاکٹر برنارڈ کو جب حادثہ کا علم ہوا تو لواحقین سے اجازت لی کہ ڈینس کا دل نکال کر کسی اور مریض میں لگا دیا جائے۔ مقامی قانون تھا کہ سیاہ فام آدمی کسی بھی انگریز پر کوئی سرجری نہیں کر سکتا تھا۔ برنارڈ نے ایک ٹیم تشکیل دی اور چپکے سے ہملٹن کو اس میں شامل کر دیا۔ ظاہر کیا گیا کہ ہملٹن انگریز فام خاتون کو ہاتھ نہیں لگائیگا۔ مگر ڈینس کے دل کو سینہ سے نکالنے کا پیچیدہ کام ہملٹن نے کیا۔ پوری ٹیم عضو لیکر ڈاکٹر برنارڈ کے پاس آ گئی۔ وہاں دنیا کا پہلا محیر العقول آپریشن ہوا۔ ڈینس کا دل ایک پچپن سالہ لوئی نام کے آدمی کو لگا دیا گیا۔ انسانی دل کی منتقلی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس میں سرجن اور ہملٹن نے ایک زبردست ٹیم کی طرح کام کیا۔ آپریشن کامیاب ہو گیا۔ پورے مرحلہ میں سب نے محسوس کیا کہ ہملٹن ایک انتہائی کامیاب سرجن کی تمام اہلیت رکھتا ہے۔ نسلی تعصب کی قانونی وجوہات کی بدولت انتظامیہ بتا نہیں سکتی تھی کہ ایک سیاہ فام اسسٹنٹ کامیاب طریقے سے دل کے آپریشن میں مدد کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ بات پوری یونیورسٹی کو معلوم ہوگئی۔ کسی نے بھی ہملٹن کی دل شکنی نہیں کی۔ اسکی خداداد صلاحیت اور محنت دیکھ کر تمام لوگ حیران ہو جاتے تھے۔ اسکے ذمہ ایک اور کام بھی لگا دیا گیا۔ میڈیکل کے طالبعلموں کو آپریشن تھیٹر میں لیکچر دیتا تھا۔ انہیں ٹانکے لگانا سکھاتا تھا۔ انسانی جسم کو ٹیبل پر کس طرح آپریٹ کرنا ہے، یہ تمام فنی معلومات انتہائی کامیابی سے فراہم کرتا تھا۔ ایک دن چند امریکی ڈاکٹر یونیورسٹی میں آئے۔ جب ہملٹن کو کام کرتے دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ انکے بقول امریکہ میں جو کام تین سے چار اسسٹنٹ کرتے تھے، کیپ ٹاؤن کے ہسپتال میں وہ اکیلا ہی کر لیتا تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ اسکا عملی تجربہ نکھرتا چلا گیا۔ 1970 میں ہملٹن ایک اور ڈاکٹر کے ساتھ منسلک ہوگیا۔ یہاں دنیا کا ایک اور حیرت انگیز تجربہ کیا گیا۔ انسانی جگر کی پیوندکاری کا کامیاب پہلا آپریشن۔ یہ تجربہ بھی کامیاب رہا۔ اس کامیابی میں ہملٹن کی مدد شامل تھی۔ اس نے انسانی دل سے لیکر انسانی جگر تک تبدیل کرنے کا فن سیکھ لیا تھا۔ وہ ایک کامیاب سرجن ضرور تھا مگر وہ انسان پر سرجری نہیں کر سکتا تھا۔ صرف معاونت تک محدود تھا۔ مگر مختلف ڈاکٹر اس سے تجرباتی طور پر جانوروں پر آپریشن کرواتے تھے۔ انہی تجربات سے انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے محیر العقول کام نے جنم لیا۔ ہملٹن کی معاونت کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ ہملٹن کی ریٹائرمنٹ پر کیپ ٹاؤن یونیورسٹی نے ایک فقید المثال تقریب منعقد کی۔ ہزاروں طلباء اور طالبات سٹیڈیم میں جمع ہوئے۔ گریسا مائیشل اس وقت یونیورسٹی کی چانسلر تھی۔ ہزاروں لوگوں کی تالیوں کی گونج میں ہملٹن سٹیج پر آیا۔ چانسلر نے ایک اَن پڑھ شخص کو میڈیسن کی اعزازی ڈگری دی۔ یہ اسکے کام کی ستائش کی انتہا تھی۔ اردگرد ہزاروں ایسے ڈاکٹر تھے جنہوں نے ہملٹن سے آپریشن تھیٹر میں کام کرنا سیکھا تھا۔ جانوروں پر تجربات کرتے ہوئے انسانی پیوندکاری کے مشکل کام کے مراحل طے کیے گئے تھے۔ سب کا ایک ہی خیال تھا۔ ہملٹن نے تعلیم نہ ہوتے ہوئے بھی تجربہ اور محنت کی بنیاد پر ناممکن کام کو بھی آسان بنا لیا۔ اسکے ساتھ کام کرنا ڈاکٹروں کیلئے بھی اعزاز کی بات تھی۔ ہملٹن اپنی آخری سانس تک لوگوں کی خدمت کرتا رہا۔ جب جنوبی افریقہ سے نسلی تعصب کی حکومت کا خاتمہ ہوا، تو ہملٹن کو ملک کے سب سے بڑے صدارتی اعزاز سے نوازا گیا۔

پاکستان کے جس بھی حصے میں رہتے ہیں، کسی بھی شہر، قصبہ اور گاؤں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اردگرد غور سے دیکھیے۔ حیران رہ جائینگے کہ ہر طرف بے مثال صلاحیت والے مرد اور خواتین موجود ہیں جنکی کوئی تعلیم نہیں ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے۔ آئی ٹی کے شعبے کو دیکھیے۔ ہر طرف اس طرح کے لوگ موجود ہیں جو کمپیوٹر کو ہر طریقے سے جانتے ہیں۔ سافٹ ویئر کی باریکیوں کو بھی سمجھتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ انہوں نے کمپیوٹر کو ہر طریقے سے مسخر کرلیا ہے۔ ان سے پوچھیے کہ یہ سب کچھ کیسے سیکھا ہے۔ جواب حیران کن مگر یکساں ہوگا۔ سب کچھ اپنے ذاتی شوق اور جنون کی بنیاد پر بغیر کسی تعلیم کے حاصل کیا ہوگا۔ موبائل فون کے کامیاب استعمال اور اسکو ٹھیک کرنے کے شعبہ کو دیکھیے۔ ایسے ایسے ماہر لوگ نظر آئینگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ شائد سیل فون انہی کی ایجاد ہے۔ کوئی سوال کریں، آپکو جواب دینگے۔ کسی بھی طرح کی خرابی پیدا ہوجائے، منٹوں سیکنڈوں میں درست کرڈالینگے۔ انسان انکی برق رفتاری اور مہارت دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ لاہور میں حفیظ سینٹر یا ہال روڈ چلے جایئے۔ معمولی سی تعلیم سے مزین درجنوں لوگ ملے گے جو کمپیوٹر، سیل فون، ٹی وی اور دیگر آلات کے فنی کام کو سمجھتے ہیں۔ کوئی بھی مشین خراب ہوجائے، یہ ایک ڈاکٹر کی طرح چند لمحوں میں مسئلہ کی جڑ تک پہنچ جائینگے۔ امریکہ سے کئی لوگ ایسے موبائل فون لے آتے ہیں جن پر لاک لگا ہوتا ہے۔ امریکی کمپنیوں کا دعوی ہے کہ یہ لاک اس درجہ مشکل ہیں کہ کوئی بھی انکو کھول نہیں سکتا۔ مگر یہی امریکی فون جب حفیظ سینٹر کے کسی "چھوٹے" کے پاس پہنچتا ہے تو خود بخود کھل جاتا ہے۔ ہمارے پاس ایسے لوگ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو اپنے ذہن اور تجربہ سے ہر مشکل ٹیکنیکل کام کرسکتے ہیں۔ کسی ورکشاپ میں چلے جایئے۔ گاڑیاں ٹھیک کرنے والے مستریوں کے ساتھ بھی انکے شاگرد ہوتے ہیں۔ یہ نوعمر بچے مستریوں کے کام کو بغور دیکھتے ہیں اور انہیں ہملٹن کی طرح اسسٹ کرتے ہیں۔ دو چار سال میں یہی بچے ہر قسم کے انجن کو کھول کر ٹھیک کرنے کی مہارت حاصل کرلیتے ہیں۔ دنیا کی کوئی گاڑی انکے پاس لے جائیں۔ تھوڑی دیر انجن کو دیکھے نگے اور چند منٹوں میں خرابی کی جڑ تک پہنچ جائینگے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اس طرح کے ہنرمند لوگ موجود ہیں بلکہ کثرت سے موجود ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ اَن پڑھ یا معمولی تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک ٹیلنٹ پول بنائے جو انکی خداداد صلاحیتوں کو جلا بخشے۔ ان سے لیکچر دلوائے اور انہیں پڑھے لکھے ماہرین کے برابر اہمیت دلوائے۔

جس ملک میں طبقاتی نظام ہر چیز پر قبضہ کرچکا ہے۔ جہاں مل مالک کا بیٹا اپنی مل کو نالائق ہونے کے باوجود چلانے کا موقع پاتا ہو۔ جہاں پشت در پشت سیاستدان، ذہانت نہ ہونے کے باوجود ملک پر حکومت کررہے ہوں، وہاں معمولی تعلیم یافتہ مگر لائق لوگوں کی آواز کون سنے گا۔ انکی سرپرستی کون کریگا۔ ہمارے عظیم ملک میں نالائق لوگوں کا ہر شعبہ میں ایسا گھٹ جوڑ ہے جو اہل ہنر کو پاتال میں دھکیل دیتا ہے۔ ہملٹن جیسے فقیدالمثال لوگ ہر طرف موجود ہیں مگر بیکاری کے زنگ سے برباد ہوچکے ہیں۔ جہاں تعلیم یافتہ لوگ رُل رہے ہوں، وہاں ہملٹن جیسے اَن پڑھ مگر ہنرمند طبقے کی سرپرستی کرنا خواب ہی رہیگا!

راؤ منظر حیات